2019 سالانہ علمی و اصلاحی مجلہ

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے نوجوانوں میں

نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں

تَعْقِلُوْنَ

تَفْقَهُوْنَ

سرپرستِ اعلیٰ

حضرت ابوالوقار سید صابر اشرف جیلانی

حفظ اللہ ونفعنا من برکات علومله الشریفه

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَجَلٍ مُسَمًّى وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ

(الروم: 8)

ترجمہ: کیا انہوں نے کبھی اپنے آپ میں غور وفکر نہیں کیا؟ اللہ نے آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ان سب کو کسی حقیقی مصلحت اور ایک مقررہ وقت تک کے لئے پیدا کیا ہے۔ مگر لوگوں میں سے اکثر اپنے پروردگار کی ملاقات سے منکر ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہے:

(تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ)

(الزهد لأبی داود السجستانی، أبو داود سليمان بن الأشعث السِّجِسْتانی (المتوفى: 275ھ)،ص:191،مطبوعه: دار المشكاة للنشر والتوزيع، حلوان، 1414 ھ، 1993 م)

ترجمہ: ایک ساعت کا تفکر، ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

اللّٰھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و صحبہ و بارک و سلم

کوئی کام اُس وقت تک نہیں ہو سکتا

جب تک اُس کے لئے کوئی خواب نہیں دیکھا جائے

الجامعة المخدومية الاسلامية

بفیضانِ نظر

حضرت ابوالمحبوب سید مخدوم
اشرف اشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اشرف الشائخ
ابو محمد شاہ سید احمد اشرف اشرفی
الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ

سرپرستِ اعلیٰ

حضرت ابووقار سید صابر اشرف
اشرفی الجیلانی
مدظلہ العالی

ایڈیٹر

حضرت علامہ سید اظہار اشرف
اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی

پروف ریڈر

ڈاکٹر سید شہریار اشرف اشرفی
الجیلانی مدظلہ العالی

سب ایڈیٹر

حضرت سید محمد وقار اشرف
اشرف الجیلانی مدظلہ العالی

نگرانی نظامی امور

اسلم اشرفی، محمد احسن اشرفی

انسان اگر خود اچھا ہے تو دوسرے کی برائی اُسے کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ یہ حقیقت ہے
اور اسی حقیقت کے پیشِ نظر یہ کتابچہ "راہِ علم کا سرچشمہ "اخلاق سے اخلاص تک کے سفر کو یقینی
بنانے کے لئے اصلاحی تحریریں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔
اس حوالے سے آپ کی رائے ہمارے لئے بہت اہم ثابت ہو سکتی ہے۔

تعارف پیش نظر

اس اصلاحی کتابچہ کی غَایَتِ تَالِیف اور مقصدِ اِشَاعَتْ بس یہ ہے کہ اس کو پڑھنے سے انسان اپنی صلاحیتوں کو پہچان کر اپنے شعور کو صحیح راہ کی طرف اُجاگر کر سکے اور اپنی صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے کوئی اچھا کام اخلاص سے کرنے کی کوشش کر سکے۔ کبھی بھی اس کی فکر نہ کریں کہ جب کوئی عہدہ ملے گا، تب میں کوئی کام ہو سکوں گا۔ نہیں ایسا بالکل بھی نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عہدہ یا منصب طلب کرنے والوں کو ملنا بھی مشکل ہوتا ہے اور اگر عہدہ مل بھی جائے تو اُس عہدے کا صحیح سے حق ادا نہیں کر پاتا اس کے برعکس انسان جب بھی اپنی صلاحیتوں کی طرف توجہ دیتا ہے اِن کی حقیقت کو جان لیتا ہے اور اُن پر کام کرتے ہوئے اپنی صلاحتوں کو نکھارنے کی کوشش کرتا ہے تو پھر وہ کسی سہارے کا محتاج نہیں رہتا بلکہ دوسروں کی مدد کرتا ہے۔ اُس کو کام کرتے ہوئے کسی سے کوئی مطلب نہیں رہتا، وہ صرف اپنے کام کرنے پر توجہ دیتا ہے، اُس کو اچھے سے اچھا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جب کوئی بھی انسان اچھا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اُس کا خالق اُس سے کوئی نہ کوئی کام لے لیتا ہے۔ اُس خالق کا کسی بندے سے کام لینا اس بات کی دلالت ہے کہ وہ ضرور بھی ضرور کامیابی کے راستے پر ہے۔

آج اکثر ہماری سب سے زیادہ خواہش، فکر اور توجہ اچھے سے اچھا عہدہ یا منصب حاصل کرنے پر ہوتی ہے جس کے لئے ہم جائز اور ناجائز تمام طریقے استعمال کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ رِشوت دے کر، سفارش کروا کر ہم عہدہ حاصل کر تو لیتے ہیں لیکن ہم اُس عہدے کے قابل نہیں ہوتے، پھر اختیارات مل جانے پر ہم اختیارات کا غلط استعمال کرتے ہوئے معاشرے میں بڑی سے بڑی تباہی کا سبب بن جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے معاشرہ خرابی سے خرابی کی طرف بڑھتا جا رہا ہے۔ ہم یہ سب جانتے ہیں لیکن اِن چیزوں کی اصلاح کرنے کی کوشش نہیں کرتے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خود بھی اِن تمام خرابیوں کے ذمہ دار ہیں۔

یاد رہے عہدہ یا منصب خود سب سے بڑی آزمائش (امتحان) ہوتا ہے، یہ کسی کو ملتا ہے تو بہت سے تقاضات اور ذمہ داریاں اُس پر لازم (یعنی فرض) ہو جاتی ہیں اور وہ اس میں ناکام ہو جائے تو پھر اُس کی بہت خطرناک

پکڑ ہے،ہمارا دین بھی اس کی شدید پکڑ کی وضاحت کرتا ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے اکثر لوگ یہ جانتے ہوئے بھی ناجائز طریقے کو اختیار کرتے رہتے ہیں۔اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم سُست ،کاہل ،بیکار بن چکے ہیں یا ہمیں بنادیا گیا ہے جس سے بچنا تو دور کی بات ہے ہم دوسروں کو بھی ایسا بنانے میں اہم کردار ادا کررہے ہوتے ہیں۔جس کا نتیجہ ہمارے معاشرے میں یہ نظر آتا ہے کہ اگر کوئی شخص کچھ کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔نااہلوں کی ایک کثیر تعداد نظر آتی ہے جن کو کچھ نہیں آتا۔میدان بہت سارے موجود ہیں اور پکار پکار کر کام کرنے والوں کو بلارہے ہیں لیکن کوئی کام کرنے والا نظر نہیں نہیں آتا۔میدان پکار پکار کر کہہ رہے ہیں ۔آؤ کام کرو،محنت اور اخلاص کے ساتھ کام کرو،بہتری خود بخود نظر آنا شروع ہو جائے گی لیکن جب ہمیں کچھ نہ کرکے سب کچھ مل جاتا ہے،بغیر کچھ کیے ہم بہت کچھ حاصل کرلیتے ہیں تو پھر ہم کام کیوں کریں؟؟؟۔

میں یہ سمجھتا ہو کہ ہمارے اس معاشرے کا ایک ایک فرد ہماری اس تباہی کا ذمہ دار ہے۔اُسے اس کا جواب دینا ہوگا،اگر دنیا میں نہیں تو آخرت میں اُس کی ضرور پکڑ ہوگی۔ابھی بھی وقت ہے،معاشرے کا ایک فرد بھی اگر چاہے تو اس عذاب کو(جو تباہی اور بربادی کی صورت میں نظر آرہا ہے)دور کرنے میں اپنا کچھ نہ کچھ کردار ادا کرسکتا ہے۔

یادرکھیں انسان کی بہت سی صلاحیتیں اچھے اور سچے اوصاف کے ذریعہ پروان چڑھتیں ہیں،اچھائی اور سچائی کا آپس میں بہت گھرا تعلق ہے،اچھا سوچنے والا،دوسروں کی مدد کرنے والا،دوسروں کے کام آنے والے کو سچ بولنے کے بہت سے مواقع حاصل ہوتے ہیں،وہ حقیقت کے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔بہت سے علوم اُس پر آشنا ہوتے ہیں۔اسی لئے بُرائی(یعنی گمراہی)جہالت ہے اور اچھائی(یعنی سچائی)کامیابی ہے،اچھے کام انسان کے لئے بہت سے راستے آسان کرتے ہیں۔آج اکثر لوگ اچھے اور بُرے کام ساتھ ساتھ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔کام شروع کرتے ہوئے برائی کا سہارا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کام شروع ہو جائے تو پھر میں برائی چھوڑ دوں گا۔ایسے لوگوں کے لئے یہ پیغام ہے کہ اچھائی کی ابتداء اچھائی سے ہی ہوتی ہے۔برائی سے کبھی بھی نہیں سکتی۔برائی سے کام شروع کرنے والے کا برائی سے بچنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور آخر کار بُرائی کا انجام بُرا ہی ہوتا ہے۔برائی آپ کی صلاحیتوں کو بہت نقصان پہنچاتی ہے یہاں تک کہ انسان اپنی صلاحیتوں پر کام کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

کسی نہ کسی طریقے سے بہتری آپ کی ذات سے دوسروں کو مل جانا،آپ کی زندگی کو بہتر سے بہتر بناتا رہتا ہے ،یہ سب اچھا کرنے سے ہی ممکن ہوتا ہے۔آپ اگر بہتری چاہتے ہیں تو بغیر کسی غرض کے سب کے ساتھ اچھا کرنے کی کوشش کریں،بلا خوف و خطر اس کے کہ سب آپ کے ساتھ بدترین سلوک کررہا ہے،کوئی بھی

آپ کے ساتھ اچھا نہیں کر رہا لیکن آپ کو سب کے ساتھ اچھا ہی کرتے رہیں تو رب العالمین آپ کی اچھائی کے ایک ایک لمحہ کا صلح آپ کو ضرور عطا فرمائے گا۔ قدرت کا یہ اُصول ہے کہ اچھائی کے بدلے اچھائی اور بُرائی کے بدلے بُرائی کی صورت میں ضرور ملتی ہے۔ خالقِ کائنات کا یہ نظامِ قدرت ہے کہ جب کوئی بھی کسی کے ساتھ اچھا نہیں کرتا تو وہ اکثر پریشان ہی رہتا ہے، قدرت اُسے راحت، آسانیاں، رحمت اور رزق سے بھی محروم کر دیتی ہے۔ اُس کی زندگی اپنے لیے اور دوسروں کے لئے دشوار بن جاتی، تو اسی لئے دوسروں کی وجہ سے برائی کے راستے کو کبھی بھی، کسی بھی صورت میں اختیار نہیں کریں۔

کسی نے بہت خوب کہا ہے کہ "اگر آپ اچھے ہیں تو کسی کی بھی بُرائی آپ کی اچھائی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی"۔ اسی طرح بے شمار اقوال ہیں کہ "خون کو خون سے صاف نہیں کیا جاسکتا"۔ اور پھر ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑی مثال اور کیا ہوگی کہ خود رسول اللہ ﷺ نے ہر تکالیف کا سامنا کرتے ہوئے اچھائی اور سچائی کو ہر مقام پر اہمیت دی ہے۔ جب سب آپ کے ساتھ بُرا کرتے تھے لیکن آپ ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ اپنے دشمنوں کو بھی معاف کر دیا کرتے تھے۔ دوسروں کے کام آتے تھے۔ سب کی مدد کرتے تھے۔ سب کا کام کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اگر کوئی بھی خراب سے خراب آدمی آپ ﷺ کی بارگاہ میں آجاتا تو اُس کی تمام خرابیوں باوجود اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ یہ اُس عظیم ایک فرد کی مثال ہیں جو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے سے تمام انسانیت کو سیکھانے آئے تھے اور ہر طرح کے انسان نے آپ ﷺ سے سیکھا اور اُس کے کمالات آج بھی موجود ہیں۔ آج بھی کسی معاشرے کا کوئی بھی فرد، رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے تو اُس کو کامیابی ضرور ملتی ہے۔

یہ تمام مثالیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ انسان کے اندر اُس کی صلاحیتوں کی صورت میں کچھ ایسے گوہر موجود ہیں، جن پر وہ کبھی بھی کام کر کے اُن کو نکھار سکتا ہے تو خود بخود اُس کی صلاحیتوں کے کمالات ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے۔ انسان جب بھی اپنی صلاحیتوں کو پہچان کرتا ہے اور کچھ نہ کچھ کام کرنے کی کوشش کرتا ہے تو خالق کا بنایا ہوا یہ قدرت کا نظام خود بخود اُس کے کاموں میں آسانیاں پیدا کرتا رہتا ہے، اُس کو عہدے یا کسی منصب کی ضرورت نہیں ہوتی دنیا اُس پر بھروسہ کرنے لگتی ہے اور اُس کو کسی نہ کسی منصب یا عہدے کے لائق سمجھتی ہے اور یہ تصور کرتی ہے کہ اگر اِس کو اس کام کا منصب یا عہدہ مل جائے تو یہ اور زیادہ کام کر سکتا ہے۔ وہ بخوبی اُس منصب کا اہل نظر آتا ہے۔ اور جب اُس کو کوئی عہدہ یا منصب ملتا ہے تو وہ بآسانی اُس کے تقاضوں اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ اللہ نے انسان کو بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے کچھ لوگ

اُن صلاحیتوں کو کام میں لے آتے ہیں اور کچھ لوگ اپنی پوری زندگی گزار کر بھی اِن صلاحیتوں کو پہچان ہی نہیں پاتے جس کی وجہ سے وہ کوئی بھی کام نہیں کرتے، نہ کام کرنا پسند کرتے ہیں اوراپنی زندگی کو ضائع کر دیتے ہیں۔ہم نے کوشش کی ہے کہ اس کتابچہ کے ذریعہ انسان کو بالخصوص مسلمانوں کواُن کے خالق کی طرف سے دی ہوئی صلاحیتوں کی اہمیت کو واضح کریں تاکہ وہ اِن صلاحیتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھایا جاسکے۔

یادرہے کہ انسان اپنے اندر بڑے بڑے کمالات رکھتاہے اور رب کی طرف سے اُس کو اختیارات بھی دیے گئے ہیں کہ وہ جو چاہے کرسکتاہے،وہ چاہے تو غلط راستے کا انتخاب کرسکتا ہے اور اگر چاہے تو صحیح راستے کواپناکر خود بھی کامیاب ہوسکتاہے اوردوسروں کی بھی کامیابی کا سبب بن سکتاہے۔ تحقیق مطابق اِن اختیارات کا صحیح استعمال کرنا صرف اور صرف اسلام کی ہی تعلیمات کی روشنی میں ممکن ہوسکتاہے۔ہم نے اس کتابچے کے ذریعے کوشش کی ہے کہ اسلام کی روشنی میں انسان کی کامیات کوواضح کیا جائے تاکہ انسان خود اپنی راہ کا تعین کرکے اپنے اچھے مقاصد کواپنی زندگی میں شامل کرے اور بحیثیت انسان اچھائی کوزیادہ سے زیادہ عام کرنے کی کوشش کرے۔جب اچھائی عام ہوجائے گی تو بُرائی خود بخود ختم ہوجائے گی۔انسان کو دوراستوں میں سے ایک پر ہی چل سکتاہے۔وہ دو راستے اچھائی اور بُرائی کے راستے ہیں۔انسان چاہے تو اچھائی کو اختیار کرکے کامیاب ہوسکتاہے اور چاہے تو اپنے لئے برائی کے راستے کا انتخاب کرکے تباہ اور بربادی کو اپنا مقدر بناسکتاہے۔ہم نے اس کتابچہ میں یہ کوشش بھی کی ہے کہ ہمارے قارئین حضرات اس کتابچے کوپڑھ کراچھائی کے راستے کو ہی اختیار کریں،اوراپنے آپ کوبُرائی سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں۔

خالقِ کائنات نے کسی بھی انسان میں، کسی بھی لحاظ سے کوئی کمی نہیں رکھی،انسان کو کسی چیز سے بھی محروم نہیں کیا۔بظاہر ہم معذوری یا کسی بھی عیب کو انسان میں بہت بڑی محرومی، کمی اور کمزوری سمجھنے لگتے ہیں لیکن حقیقت میں ایساہرگز نہیں ہے بلکہ اِن کو اپنے اُوپر سوار کرنا ہی اَصل معذوری اور عیب ہے۔اس فانی(یعنی مختصر سی) دنیا میں بہت سی مثالیں ایسی بھی موجود ہیں کہ جو افراد ہاتھ ،پاؤں یاسماعت اور بینائی سے محروم تھے لیکن انہوں نے صحیح اور صحت مند لوگوں سے بھی زیادہ کام کیے اوراُن کے کاموں سے آج بھی بہت سے لوگ فائدہ حاصل کررہے ہیں۔

اسی لئے میں کہتا ہو کہ کسی بھی کام کے لئے عہدہ یا کسی منصب کی ضرورت نہیں ہوتی۔کام کرنے والا ہونا چاہیے،ہر کوئی اپنی ضروریات کے مطابق بہت سے کام خود ہی کرلیتاہے،صرف لگن،توجہ، محنت اور کوشش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ اُس کے کام میں ایسے فوائد پیدا کرتاہے کہ وہ کام قوموں کے لئے فائدے

مند بن جاتا ہے اور اگر اس کے کام میں سچائی، بھلائی اور ایمانداری ہو تو وہ کام کئی زمانوں یا قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے فائدہ مند (زندہ رہنے والا) بن جاتا ہے اور ہزاروں لوگ اُس سے فیضیاب ہوتے ہیں۔
کوئی بھی کام کرتے ہوئے انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اُن کاموں کو اچھے سے کرنے کی کوشش کرے اور کام کرنے کے لئے اُن کاموں کا انتخاب کرے جس میں اُسے دلچسپی ہوتا(یعنی: وہ کام کرتے ہوئے ٹائم اور اسپیس سے باہر نکل جاتا ہو) تو اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام کو بہت اچھے سے کر لیتا ہے اور پھر اُس کا علم نہیں چلتا کہ اُس کے کام خود بخود معیاری نظر آنے شروع ہو جاتا ہے۔
یاد رہے دنیا کا کوئی بھی کام بغیر کسی مقصد کے ہونا ناممکن ہوتا ہے، اگر چاہتے ہیں کہ آپ بہت سا کام کریں اور اپنے کام میں کامیاب ہو جائیں تو اُس کام کے کرنے سے پہلے کسی نہ کسی منزل کا تعین کرنا پڑھے گا اور کوئی نہ کوئی مقصد سامنے رکھنا ہوگا اور اُس کے لئے جدوجہد کرنی پڑھے گی۔
ہمیں زندگی کے مقصد کا تعین کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا کہ تو وہ مقصد (یعنی منزل) آپ کو Energy بھی دیتی رہی ہو، اُس کے کام کو اور اچھا بنانے میں مدد بھی فراہم کرے گا اور کبھی اگر آپ ڈھیلے بھی ہوئے تو وہ پھر سے آپ کے اندر ایک جذبہ پیدا کرنے میں مدد کرے۔
حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی انسان اپنی مقاصد کو اہمیت دیے بغیر اپنا منزل حاصل نہیں کر سکتا۔ اُسے سب سے پہلے اپنے مقصد کا تعین کرنا ہوگا اور اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے خوب محنت کرنی ہوگی۔ اپنے کام کو معیاری بنانے کے لئے اخلاصِ نیت (یعنی بغیر کسی غرض کے) سے اُس کام کرنا ہوگا۔ پھر اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُس کے کام کے فوائد سے نسلِ انسانی فیضیاب ہوتی ہے اور کئی زمانوں تک اُس کا کام زندہ رہتا ہے۔ اور پھر اگر خدمت کا جذبہ اور احترام انسانیت کی قوت دل میں ہو تو دنیا کا بڑے سے بڑا عہدہ بھی اُس کے لئے آزمائش کی صورت میں سکون وراحت فراہم کرتا ہے اور وہ اللہ کے کرم سے دنیا کے بڑے سے بڑے عہدہ یا منصب پر گھبراتا نہیں بلکہ علم وحکمت سے عدل وانصاف کو عام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
ہمارے اس مختصر سے کتابچے کا یہی لائحہ عمل ہے کہ اپنی صلاحیتوں کو کام میں لانے کی بھرپور کوشش کی جائے، اس کے لئے ہم نے اپنی نوجوان نسل کو پڑھنے، لکھنے کی طرف دعوت دینی ہے اور اس پر مختلف انداز سے اُن کی حوصلہ افزائی بھی کرنی ہے۔ آپ ہمارے ساتھ اس کتابچہ کی اصلاح اور نوجوانوں کی اس راہ پر رہنمائی کے لئے کسی بھی طرح کا تعاون کرسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ہر نیک عمل کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ہمیں اس حوالے سے اس طرح کام کرنے کی توفیق دے کہ ہمارے اس کام کی تاثیر کو مثبت صورت میں مسلمانوں کی نسلوں میں نظر آئے۔

آمین

خاک پائے مخدوم سمنانی

ابو سلطان سید اظہار اشرف الجیلانی

1/Jan/2019

راہِ علم کا سر چشمہ

کمپوزنگ: محمد عبد القادر اشرفی

(معاون حضرات)

- محمد طاہر خان
- محمد جہانزیب اشرفی
- محمد کامران قادری

فہرست

قرآن کا معجزہ

از قلم: ادارہ

قرآن کریم ایک معجزہ ہے جو حضور کریم ﷺ کو اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کیا گیا۔اب چونکہ حضور کریم ﷺ کے بعد کسی پیغمبر نے نہیں آنا لہٰذا ان کو ایک ایسا معجزہ (قرآن) عطا کیا گیا جس کی حقانیت اور صداقت قیامت تک ہوتی رہے گی۔ قرآن کریم کے مندرجات کو سمجھنے کے لئے جدید علوم کا حاصل کرنا اور ان پر عبور ہونا بہت ضروری ہے۔ قرآن کریم جب آج سے چودہ سو سال پہلے نازل کیا گیا تو اس وقت واقعہ معراج اور دیگر بہت سے واقعات کا ادراک کرنا انسان کی بس کی بات نہ تھا اور نہ آج ہے جبکہ قرآن پاک میں بار بار تکرار ہے "اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ"﴿محمد: ۲۴﴾۔﴿النساء: ۸۲﴾ کہ تم قرآن پاک کے مندرجات پر توجہ اور غور کیوں نہیں کرتے؟۔جب آپ قرآنِ سے جدید سائنس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ عقدے جو صدیوں سے انسان کے لئے ناممکن تھے حل ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔اسی طرح حضور ﷺ کی زندگی کے معمولات اور ان کے فرمودات بھی انسان کی روز مرہ کی زندگی اور دیگر احکامات میں ہماری رہنمائی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔وضوء کیسے کرنا ہے،اس کا ہر طرح سے صحیح ہونا،اس لئے بھی ضروری ہے کہ نماز بغیر وضوء کے ادا ہی نہیں ہوتی۔وضوء کے دوران پاؤں کی انگلیوں کے درمیان سے جسم میں داخل ہو کر خون کے ذریعے دماغ، جگر، پھیپھڑے،دل اور پٹھوں میں جاکر رسولی بننے کا سبب بنتا ہے جو ایک اذیت ناک بیماری ہے۔

(ڈاکٹر عبد الرشید سیال، رُموزِ تخلیق، ص:35-36، مطبوعہ:انڈسٹری پرائیویٹ، اسلام آباد، 2017)

قرآن مجید ان سب کی اچھے سے وضاحت کرتا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قرآن مجید سے اپنے تعلق کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔

قرآن سے تعلق:

حضرات اکابرین نے قرآنی علوم ومعارف کے پھیلاؤ کے لیے جو تحریکات برپا کیں تھیں،ان کا مقصد قطعاً یہ نہ تھا کہ رسمی طور پر قرآنِ کریم کی تعلیم کا انتظام ہو جائے،اور بے روح ادارے محض ظاہری طور پر کھڑے کر دئے جائیں بلکہ اس تمام ترسعی وکاوش کا بنیادی اساسی مقصد یہ تھا کہ دورِ غلامی یا زمانہ زوال میں قرآنی تعلیمات کا لازمی تقاضہ یعنی تحریک آزادی یا حریت کے حوالے سے نوجوانوں کو بیدار کیا

جائے۔ایک مسلمان جب قرآن پر اعتماد و یقین کا اظہار کرتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ اغیار کی غلامی سے نجات حاصل کرکے پوری آزادی و حریت کے ساتھ اپنا نظام ،اپنے انسانیت دوست نظریہ کے مطابق تشکیل دے سکے اور یہ وہی سوچ ہے جس کا اظہار حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں کیا تھا۔

"یجب بذل الجهدعلى اهل الآراءالكية فى اشاعة الحق وتمشية واخمال الباطل وصده فربمالم يمكن ذالك الابمخاصمات او مقاتلات فيعد كل ذالك من افضل اعمال البر"

(حجۃ اللہ بالغہ،باب الرسوم السائرہ فی الناس،ص:104،مطبوعہ:بیروت،لبنان)

"مفادِ عامہ کی سوچ رکھنے والوں پر یہ بات واجب ہے کہ وہ حق کے پھیلاؤاور غلبہ کے لئے اور باطل کو مٹانے اور روکنے کے لئے جدوجہت اور کوشش کریں اور بسا اوقات یہ کام اُس وقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک کہ فرسودہ نظام کو توڑنے کے لئے لڑائی اور مزاحمت(انقلاب)کا عمل اختیار نہ کیا جائے،ایسے زمانے میں یہ کام کرنا نیکیوں کے تمام اعمال سے افضل ہوتا ہے۔

قرآن مجید کا ایک ایک لفظ ہماری سوچ اور فہم کی بہت سی رہنمائیاں کرتا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم کتاب سے تعلق رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔آمین

انسان اور خالقِ کائنات

از قلم: پروفیسر شہزاد الحسن چشتی

اس وسیع و عریض کائنات کی سب سے بڑی اور ان دیکھی حقیقت اللہ رَبُّ السموات والارض کا وجود ہے۔ وہ اللہ جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ وہ زندہ ہے اور اس کائنات کے انتظام وانصرام کی نگرانی کر رہا ہے اور کائنات کی ہر مخلوق کی ضروریات پوری کر رہا ہے۔ اس ابدی حقیقت کا ادراک انسان کو اس علم کے ذریعہ ہوا ہے کہ جو علمِ وحی کہلاتا ہے، یعنی وہ علم جو اللہ رب العزت نے بعض مخصوص انسانوں یعنی پیغمبروں کے ذریعہ عطا کیا ہے۔ یہی علم، حقیقی علم ہے اور یہی علم، علمِ نافع (فائدے والا) بھی ہے۔ علمِ وحی کی آخری کتاب قرآنِ حکیم ہے۔ اس کائنات کی ایک اور مگر واضح حقیقت، مادہ اور اس سے بنی ہوئی مختلف اقسام کی چھوٹی بڑی اشیاء کا وجود ہے۔ یعنی فضائے بسیط میں چاند، سورج، زمین اور دوسرے سیارے، بے شمار روشن ستارے، کہکشائیں روشن چیزیں اور ان سے پھوٹنے والی شعاعیں اور مختلف نوعیت کی لہریں ہیں اور کرہِ خاکی یعنی زمین پر پہاڑ، زمین، دریا، سمندر، مختلف گیسیں، زیرِ زمین ٹھوس دھاتیں اور سیال مادے اور جاندار اشیاء میں جراثیم، وائرس، حیوانات اور خود انسان ہے۔ مادّہ اور اس سے بنی ہوئی اشیاء کا علم انسان کو مشاہدات اور تجربات سے عقل کے ذریعہ اَخذ کردہ نتائج سے ہوتا ہے، یہ سارا کَسبی علم ہے یعنی انسان کی اپنی کوشش اور جدوجہد سے حاصل کردہ علم۔

اللہ رب العزت خود اپنی قوت سے موجود ہے، وہ کسی کے وجود میں لانے کا محتاج نہیں اور نہ ہی وہ اس بات کا محتاج ہے کہ اُسے رب تسلیم کیا جائے، وہ اپنی قوت سے موجود اور قائم ہے۔ جس طرح سورج، چاند یا زمین وغیرہ کے وجود کے انکار سے ان کا وجود معدوم نہیں ہو جاتا بلکہ انکار کرنے والا ہی بے عقل ٹھہرتا ہے اسی طرح اللہ کے وجود کا انکار کرنے والا ہی بے عقل اور جاہل قرار پاتا ہے۔

اہلِ علم و فکر، بخوبی واقف ہیں کہ اللہ کے وجود کو تسلیم کرنے، اُسے رب، مالک اور آقا ماننے اور اس کو انسان کی عملی زندگی کی راہ متعین کرنے والا ماننے کے نتیجے میں انسان کا ایک خاص طرز عمل وجود میں آتا ہے جو انسان کے لئے امن و فلاح کا ضامن ہے جب کہ اللہ کے انکار کے نتیجے میں ایک بالکل دوسرا اور مخالف طرز عمل پیدا ہوتا ہے جو انسان کو حیوان تو بنا سکتا ہے لیکن امن و آتشی والا انسان نہیں بنا سکتا۔ ظاہر بات ہے کہ جب انسان اللہ سے آزاد اور خود مختار ہو گا تو اپنی زندگی گزارنے کے لئے قوانین واصول خود وضع کرے گا لہٰذا حیوان جیسا طرزِ عمل پیدا ہونا لازم ہے۔

(پروفیسر شہزاد الحسن چشتی، انسان کی تخلیق، ص:7-8، مطبوعہ: اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی، پاکستان)

ایک اچھا معاشرہ

از قلم: ڈاکٹر سید شہریار اشرف جیلانی

"معاشرہ" باہم مل جل کر زندگی بسر کرنے کو کہا جاتا ہے یعنی افراد کا ایک جگہ اکٹھے ہو کر زندگی گزارنا اور آپس میں میل جول کر ایک تعلق قائم کرنے کو معاشرہ کہا جاتا ہے، عموماً معاشرے میں رہنے والے ہر شخص کا مفاد اُس معاشرے میں رہنے والے ہر فرد سے جڑا ہوا ہوتا ہے اور یہاں کسی کا بھی مفاد صرف اُس کی اپنی ذات کے لئے ہی نہیں بلکہ سب کے لئے ہو تو پھر ایک اچھا معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ ایسے "معاشرے" میں سب ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں، ایک دوسرے کی مدد کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں، مشکل کے وقت ایک دوسرے کے کام آنے میں فخر محسوس کرتے ہے اور اگر اُس معاشرے میں کوئی ایک بھی انتشار یا فساد پھیلانا چاہے تو اکثر ناکام ہو رہتا ہے، بُرے لوگ کسی بھی معاشرے کو اچھا دیکھنا نہیں چاہتے اور ایسے لوگ ہر معاشرے میں موجود ہوتے ہیں، سب سے پہلے بُرے لوگوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس معاشرے میں اپنے جیسے لوگوں کو تلاش کریں یا پھر کسی کے بھی دل میں زرا سی بھی نفرت، بغض، حسد کی تھوڑی سی بھی چنگاری ہو تو میں اُس کو بڑھانے کی کوشش کرے، اور اس کے لئے وہ اپنی پوری کوشش کرتے ہیں۔ وہ انسان اس کمزوری سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور اسی سے معاشرے میں تباہی کا آغاز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس راہ پر انسان بہت کمزور نظر آتا ہے، معمولی سے معمولی خراب رویے کی وجہ سے دل میں فوراً بغض، حسد، نفرت کو پیدا کرلیتا ہے اور پھر آگے چل کر وہ دشمنی میں بدل جاتی ہے۔ انسانی تاریخ میں انسان نے سب سے زیادہ نقصان بغض، حسد اور نفرت کی وجہ سے ہی اُٹھایا ہے یہ ایک ایسی خطرناک آگ ہے جو صرف حسد کرنے والے کو ہی نہیں بلکہ حسد کرنے والے کا ساتھ دینے والے کو بھی تباہ اور برباد کر دیتی ہے اور معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔

اس کے برعکس اگر ہم اپنے معاشرے کو اچھا رکھنا چاہتے ہیں تو اِن تمام برائیوں کے باوجود کسی کی کوئی بھی غلطی ہو تو اس کو معاف کرنے کی کوشش کرے، درگزر کرنے کا رویہ اپنائیں، یہ ایسے رویے ہیں جو غلطی کرنے والے یا تنگ کرنے والے کو شرمندہ کر دیتے ہے، اسے خود ہی اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے اور اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خود بخود حسد، بغض اور نفرت سے بچ جاتا ہے اور اپنے اچھے معاشرے کو

بھی فساد اور انتشار سے بچالیتا ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ کسی کی کوئی بھی برائی آپ کی اچھائی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتی۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں معاشرے کو فساد، انتشار سے بچانے کے لئے بہت سے راستوں پر عمل کرکے دیکھایا ہے اور ایک عظیم معاشرے کی بنیاد رکھ کر ہمیں خبردار کیا ہے کہ انسان کی ذات میں کچھ ایسی کمزوریاں ہوتی ہیں جن سے اگر انسان بہت آسانی سے شکار ہوجاتا ہے اور ناجانے میں اُس کی ذات سے ایسے رویے ظاہر ہوتے ہیں کہ جو معاشرے میں تباہی کا سبب بن جاتے ہیں۔ لیکن انسان کی ذات میں خالقِ کائنات نے ایسی خوبیاں بھی رکھی ہیں جس کو اپنا کر انسان صرف اپنے آپ کو ہی نہیں بلکہ معاشرے کو بھی برائی سے بچاسکتا ہے اور معاشرے میں آپس کے تعلق میں اچھائی کو قائم رکھ سکتا ہے۔ برداشت، صبر وضبط، نرمی، عفودرگزر تمام صفات وکیفیات معاشرے میں اور نکھار پیدا کرتیں ہیں۔ یہ وہ خاصیت و قووتیں ہیں جن سے اچھے معاشرے کا وجود قائم رہتا ہے۔ برائی اور گمراہی کیسی بھی سامنے ہو اپنی حیثیت کھودیتی ہے۔ یہ وہ انعام ہے جو ہر انسان کے اندر موجود ہوتا ہے، ہر انسان اسے نکھار سکتا ہے لیکن وہ انسان جو ان کی اہمیت کو جانتا ہو، اِن کی حقیقت کو پہچاننے کی کوشش کرتا ہو۔ آپ تصور کریں کہ محبت، شفقت، ہمدردی والا معاشرہ کتنا اچھا معاشرہ ہوگا۔ ایسے معاشرے کے کسی بھی فرد کو کوئی بھی خطرہ نہیں ہوتا کہ کوئی اسے تکلیف اور نقصان پہنچاسکتا ہے اور سب سے بڑھ کر اُسے یہ اطمنان ضرور ہوتا ہے کہ اُسے فائدہ ضرور ملے گا۔ ایسے معاشرہ ترقی کی بلندیاں حاصل کرتے ہیں۔ اس معاشرے میں رہنے والوں کی زندگیوں میں کامیابیاں عام ہوجاتی ہیں، خوشیاں پھیل جاتی ہیں۔ کسی بھی معاشرے کا سب سے پہلا، خوبصورت پہلو اجتماعیت ہوتا ہے جب افراد کسی بھی حالت میں اچھائی پر ہی قائم رہتا ہے، اچھائی ہی کرنے کی کوشش کرتا ہے تو معاشرے کے بہت سے لوگ اچھائی پر خود ہی آجاتے ہیں اور معاشرہ ایک اچھا کامیاب معاشرہ بن جاتا ہے۔

بچوں کی تربیت

از قلم: علامہ ابو سلطان سید محمد اظہار اشرف جیلانی

انسانی زندگی میں بچپن کا دور انتہائی زرخیز اور اہم ہوتا ہے۔اسی دور میں والدین اپنی اولاد کے ذہنوں میں ان کی کردار سازی کے لئے بلند پایہ زندگی گزارنے کے بنیادی طریقے اور نظریات کا بیج بو سکتے ہیں کیونکہ اِس عرصے میں ذہن آلودگی سے پاک ہوتا ہے،دل کدورت سے صاف شفاف اور مزاج فطرتِ سلیمہ پر قائم ہوتا ہے۔ بچپن کی سادگی، جرائم سے ناآشنائی اور نرمی ولطافتِ طبع کے باعث بہتر تربیت کے مواقع اور امکانات بہت سے موجود ہوتے ہیں۔اگر زندگی کے اس حصہ پر اہتمام سے کام کیا جائے تو مستقبل کی بہت سی راہیں آسان کرنے کی صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں،انسان زمانے کی تمام مشکلات کے سامنے ایک طاقتور شخص بن کر اور ذہن کی پختگی سے بہرہ ور ہو کر جوانی میں داخل ہو جاتا ہے۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ بچہ والدین کے پاس امانت ہوتا ہے،اس کا پاکیزہ دل ایک ایسا سادہ جوہر ہے جو ہر قسم کے نقش ونگار سے خالی ہوتا ہے اس پر کچھ بھی نقش کیا جاسکتا ہے۔

ایک عربی مقولہ ہے "اَلْعِلْمُ فِي الصِّغَرِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ"(یعنی بچپن میں سیکھائی جانے والی بات،پتھر پر لکیر کی طرح ہوتی ہے) بچپن میں سیکھائی جانے والی بات کبھی نہیں بھولتی۔اسے جس چیز کی بھی طرف اسے مائل کیا جائے گا یہ اُس طرف آسانی سے مائل ہو جائے گا۔اگر اسے نیکی کی تعلیم دے کر اس کا عادی بنایا جائے تو وہ اسی پر چلتے ہوئے پروان چڑھے گا اور جب وہ اس ہنمائی پر چلتے ہوئے کامیابی اور آسانی محسوس کرے گا تو ہر لمحہ والدین کے لئے دعائیں کرے گا،یوں والدین کے اس دنیا سے جانے کے بعد اچھی پرورش کا صلہ اللہ رب العزت کی بارگاہ سے ملتا رہے گا،دعاؤں کے ذریعہ درجات میں بلندی حاصل ہوتی رہے گی تو ہمیں یہ معلوم ہوا کہ زندگی کی تمام کامیابی اور ناکامی بھی تربیتِ اولاد پر انحصار کرتی ہے۔اولاد کی اچھی تربیت کرنا ہر ایک کے لئے راحت وآسانی کا سب سے بڑا سبب ہے۔

والدین کی تربیت میں کمزوریاں

از قلم: سید وقار اشرف جیلانی

ماں اور باپ دونوں میں سے کسی کی بھی لاپرواہی نسلوں کی بربادی اور تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔والدین اپنی لاپرواہی کی وجہ سے ہی اپنے بچے کو معاشرے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اچھائی کے بجائے بہت سی برائیاں سیکھ لیتا ہے اور جب والدین کو پتا چلتا ہے تو بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔

ہمارے معاشرے میں اکثر یہ بھی خرابی پائی جاتی ہے کہ والدین میں سے کوئی ایک یہ سوچ لیتا ہے کہ میں سب سے زیادہ اچھی تربیت کر سکتا ہو یا کر سکتی ہو جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو نا سمجھی میں Degrade کر دیتے ہیں، جس کا نقصان یہ سامنے آتا ہے کہ بچے والدین کی تربیت سے لڑائی، جھگڑے اور ناراضگی تو سیکھ لیتے ہیں لیکن اچھائی سے محروم رہ جاتے ہیں۔بچوں کی تربیت میں ماں باپ کا اپنا الگ الگ کردار ہوتا ہے۔ماں اور باپ دونوں میں ہر ایک اپنے اپنے کردار کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

بسا اوقات ہم ازدواجی تعلقات میں کسی بات پر ناراض ہو جانے کی صورت میں، ہم بے دھانی میں اپنے بچوں کے سامنے آپس کے تربیتی پہلوہات میں اس کا اظہار کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ ازدواجی تعلقات میں ناراضگی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔اس سے بھی بچوں پر غلط اثرات مرتب ہوتے ہیں۔اس سے رشتوں میں بہت سی ناراضگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

اکثر والدین کی کمزوری تو یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ بچوں کے سامنے ایک دوسرے کی برائیوں کی نشاندہی بھی کر دیتے ہیں اور اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ جس سے وہ ایک دوسرے کے دلوں میں دوریاں بڑھ جاتی ہیں تو اس عمل سے بچہ یہ سیکھتا ہے کہ برے الفاظ استعمال کر کے ہم اپنا بدلہ لے سکتے ہیں، اس عمل کی وجہ سے وہ اچھائی سے دب بدن دور ہوتا رہتا ہے۔

والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے ایک دوسرے کی غلطیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنا اچھے سے اچھا کردار پیش کرنے کی کوشش کریں، بچوں کے سامنے آپس میں ایک دوسرے کے کسی بھی اچھے عمل کی زیادہ سے زیادہ تعریف کریں، جو جس طرح بھی تربیت کر رہا ہے اُسے کرنے دیجئے۔بس آپ اس میں اپنا

اپنا کردار ادا کریں۔ آپس میں ایک دوسرے سے معافی مانگنے کا رویہ ہمارے درمیان اس تعلق کو قائم بھی رکھتا ہے اور بچوں کو بھی بہت سے غلط اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

والدین پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچے کو بچپن سے ہی محنت کرنا سکھائیں۔اُس کے سامنے خود بھی خوب محنت کریں، دلچسپی سے کام کرنے کی کوشش کریں تاکہ وہ بھی محنت کرنے کی کوشش کرے۔اس عمل سے اُس کے اندر بچپن سے ہی محنت کرنے کی عادت پیدا ہو جائے گی۔

اپنے بچے کی زندگی کو اُس کے لئے مشکل نہ بنائے "غلط بات پر خاموش رہنا یا اُس کی غلطی کو نظر انداز کرنا آپ کے بچے کو عادی مجرم بنا سکتا ہے" اس کی وجہ سے وہ خود بھی پریشان رہے گا اور دوسروں کو بھی پریشان کرتا رہے گا، اور اسے اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کرنے میں بہت سی ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑھے گا۔ میں یہ سمجھتا ہو کہ اگر آپ نے اپنے بچے کو غلط بات پر روکا نہیں تو یہ آپ کا اولادِ آدم پر سب سے بڑا ظلم ہو گا۔

والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو ہر ایک کے بارے میں اچھا سوچنا اور اچھا کرنا سکھائیں، عموماً ہمارے اس معاشرے میں یہ روش پائی جاتی ہے کہ کچھ لوگ ہمارے لئے بُرا سوچتے ہیں تو پھر ہم اُن کے بارے میں اچھا کیسے سوچ سکتے ہیں تو یاد رکھیں کہ "اگر آپ اچھے ہیں تو کسی کی برائی آپ کی اچھائی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی"۔ کسی کے لئے کوئی بھی بُری رائے کا اظہار کرنے کے بجائے، اچھے الفاظ میں اُس کو دعا دی جائے ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کی دعاؤں کی وجہ سے بُرائی کو چھوڑ دے اور اچھائی کی طرف آجائے۔

اللہ تعالی ہم سب کو یہ فکر عطا فرمائے کہ ہم اپنی اس مختصر سی زندگی کو بہت خوبصورت بنانے میں اپنا اپنا کردار ادا کر سکیں۔ آمین

شادی ذمہ داریوں کی ابتداء ہے

از قلم: سیدہ نازنین فاطمہ اشرف

عام طور پر ہمارے اس معاشرے میں شادی کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شادی کے بعد ایک الگ تفریح والی زندگی کا آغاز ہو جائے گا، ماں باپ کی بچوں کے لئے تربیت اس معاملہ میں بے فکری والا ہوتا ہے ایسا لگتا ہے کہ شاید شادی کے بعد زندگی کی ساری تکالیف اور تمام مشکلات خود بخود ہی حل ہو جاتی ہیں، اکثر والدین یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے جیسے وقت گزرتا رہے گا، ہمارے بچے خود ہی جان لیں گے کہ شادی کیا ہوتی ہے اور اس ذمہ داری کو کیسے پورا کیا جا سکتا ہے؟۔ یاد رہے کہ جس شخص کو ذمہ داریوں کا احساس تک نہ ہو تو وہ کیسے اپنی زندگی کو بہتر بنا سکتا ہے۔ ذمہ داریوں کا احساس اگر پیدا نہ کیا جائے تو کبھی بھی انسان میں زمہ داریوں کا سامنا کرنے کے لائق نہیں بن سکتا۔ اور کی تربیت بچپن سے ہی کی جاتی ہے ورنہ بعد میں بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہو کہ "تربیت انسان کی پیدائش سے شروع ہوتی ہے اور زندگی انسان کی شادی کے بعد شروع ہوتی ہے"۔

مولانا ارشاد احمد فاروقی لکھتے ہیں:

شادی صرف دو انسانوں مرد و عورت کے ملاپ کا نام نہیں ہے بلکہ یہ بندھن ہے جس سے ان دونوں کی آزاد زندگی پر نکاح کی بیڑیاں لگنے سے ایک ذمہ داریوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو ان کی موت تک چلتا ہے اور روز بروز ان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ شادی سے پہلے دونوں میاں بیوی آزاد ہوتے ہیں لیکن شادی کے بعد دونوں پر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ شوہر ہر بیوی کی تمام ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اسی طرح بیوی پر شوہر کو خوش رکھنے اس کی اطاعت و فرمابرداری کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ابھی یہ دونوں اپنے حقوق خوش اسلوبی سے نبھا ہی رہے ہوتے ہیں کہ اولاد ہو جاتی ہے اب ان کی زندگی میں ذمہ داری کے ایک نئے باب کا اضافہ ہوتا ہے۔ یہ ذمہ داری پہلی ذمہ داری سے کچھ اور اہم اور سخت ہوتی ہے اس سے ان کی رہی سہی آزادی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ (مولانا ارشاد احمد فاروقی، بچوں کے اسلامی آداب، ص:30-31، مطبوعہ: مکتبہ انعامیہ، کراچی، پاکستان)

اب اس وقت ان والدین پر کی جانے والی تربیت کے بہت سے پہلو نظر آنے شروع ہو جاتے ہے کبھی وہ اپنے بچوں کی پرورش کے لئے کسی بھی ذمہ داری کو اُٹھانے کو تیار ہی نہیں ہوتے اور اپنے بچوں کے خرچوں کے لئے بھی اپنے والدین کی طرف دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ شاید میرا یہ خرچہ میرے والدین پورا کر دیں، اور کبھی وہ اپنے دوست واحباب کے سامنے اپنی مشکلات پیش کر کے اُن کی طرف سے کسی بھی مدد کے ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں نہ وہ خود کچھ کر پاتے ہے اور نہ وہ دوسروں کو کچھ کرنے دیتا ہے۔ ایسے لوگ اپنے والدین پر، اپنی بیوی پر، اپنے خاندان والوں پر دوست و احباب پر بوجھ ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ وہ معاشرے کے لئے عذاب کی سی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ تو اپنے بچے کی زندگی کے سب سے بڑے ذمہ دار اُس کے اپنے والدین ہوتے ہیں۔

کچھ لوگ اس دنیا میں ایسے بھی ہیں جو ہر راہ پر اپنے بچوں کا ہاتھ پکڑ کر چلانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کو زندگی کی تمام تکالیفوں کا سامنا کرنا نہیں سیکھاتے، تو حقیقتاً وہ اپنے بچوں کو نہ صرف ذمہ داریوں جاننے دیتے ہیں بلکہ زندگی کو اچھا بنانے والے صلاحیتوں سے بھی محروم کر دیتے ہیں، اُسے موقع ہی نہیں ملتا کہ وہ زندگی کو بہتر بنانے والی صلاحیتوں سے کس طرح کام لے اور یہ صلاحیتیں کسی طرح اُس کے کام آسکتی ہیں۔ اور پھر ہم محبت میں اُس کی شادی بھی کر دیتے ہیں، شادی کے بعد اُس کی بیوی کا اس کے ساتھ رہنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ اُس کو پتا ہی نہیں ہوتا کہ زندگی کی اہمیت کیا ہے، زندگی میں کیا کرنا ہے؟؟۔ اور اُس کے ساتھ اب ایک زندگی کی ذمہ داری اور آگئی ہے (یاد رہے بیوی کتنا ہی سمجھدار کیونہ ہو، وہ کتنا ہی کمانے والی کیونہ ہو اگر شوہر زندگی کو اچھے سے گزارنا نہیں جانتا تو زندگی ایسے ہی گزرتی رہتی ہے)۔ اور پھر اگر اُس کی اولاد ہو جائے تو پھر تکالیفوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف والدین اگر اچھے جائیداد و دولت والے ہوں تو تھوڑا بہت اچھے سے گزارا تو ہو جاتا ہے زندگی کچھ خوشیاں تو آہی جاتی ہیں لیکن کب تک؟؟؟۔ آخر زندگی نام ہی تکلیفات کا ہے ایسا نہیں ہوسکتا کہ دنیا میں کوئی بھی شخص اپنی زندگی میں ہر تکالیف و پریشانی سے آزاد ہو جائے ہر شخص کو کسی نہ کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑھتا ہے اگر اُس کے زندگی کے ابتدائی حصے میں مشکلات اور پریشانی کا سامنا کرنا سیکھایا نہین جائے تو پھر جب بھی اُس کی زندگی میں پریشانیاں یا مشکلات آتی ہیں تو وہ گھبرا جاتا ہے۔ اُن پریشانیوں اور تکالیفوں سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے جس سے اُس کی شکریک حیات (بیوی) بھی پریشان رہتی ہے اور اکثر گھر اسی وجہ سے برباد ہو جاتے ہیں۔

بعض والدین اپنی اولاد پر نہ جانے میں ایک ایسا عذاب مسلط کر دیتے ہیں کہ اس کی معمولی اور بے معنی خواہشات کو بھی فوراً پورا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اُس کی زندگی کو آرام دہ بناتے رہتے ہیں، اور جب وہ اِن چیزوں کا عادی بن جاتا ہے تو پھر خود بوڑھے ہو کر یہ چاہتے ہیں کہ میرا بچہ میری خدمت کرے۔ میرا اولاد میرا سہارا بنے، ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ ناممکن سی بات ہے کہ جب اُس بچے کو آپ نے سیکھانا تھا تو اُس وقت آپ اُس کے اندر غلط عادات پیدا کر رہے تھے اور اب جب آپ کو اُس کی ضرورت ہے تو پھر وہ کیسے آئے گا۔ یاد رہے آسانیاں ایک ایسی سواری ہے کہ جب کوئی اس پر سوار ہو جائے تو پھر اُس کا اس کے بغیر رہنا ناممکن ہو جاتا ہے، اور اس کا سوار ایسا بن جاتا ہے کہ اُسے جب تک کسی سے آسانیاں مل رہی ہوتی ہیں تو وہ اُس کے گُن گا رہا ہوتا ہے اور جب وہ آسانیاں دینا چھوڑ دے یا آسانیاں دینے کے قابل نہ ہو تو وہ اُس سے نفرت کرنے لگتا ہے چاہے یہاں اُس کے خود اپنے والدین میں کوئی کیوں نہ ہو، جس کے نتیجہ یہ ہوتا ہے معاشرہ بھی ایسے شخص سے بیذار ہو جاتا ہے۔ آخر کار آسانیاں نہ ملنے پر پھر وہ دوسروں کا حق مار کر اپنے لئے آسانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس سے گھر تو گھر، اچھے اچھے خاندان بھی تباہی کا شکار ہو جاتے ہے۔

وہ والدین بہت اچھے اور ہمیشہ دعا کے مستحق رہتے ہیں جو اپنی اولاد کو زندگی کی تمام ذمہ داریوں کے مختلف مراحل سے گزارتے ہیں۔ جب کہیں بھی اُن کے بچے زندگی کے کسی بھی لمحہ کا سامنا نہیں کر پاتے تو اُن کو اُس کا سامنا کرنا سیکھاتے ہیں اور اگر وہ اُن مراحل کا سامنا کرتے ہوئے کہیں بھی، کسی بھی چھوٹی سے چھوٹی کامیابی حاصل کرتے ہیں تو اُس کی بہت تعریف اور حواصلہ افزائی کرتے ہیں۔ جس کا فائدہ نہ صرف اُن کی ذات کو پہنچتا بلکہ اُن کی نسلوں اور معاشروں تک پہنچتا ہے۔

معاشرے کے کچھ اُصولوں پر بے فکری کا اظہار ہمیں آنے والے وقتوں میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پہلے سے اپنے بچوں کو ذمہ داریوں کا سامنا کرنا سیکھائیں۔ اُن کے سامنے بہت سے کام رکھیں اور دیکھیں کہ وہ کون سا کام اچھے سے کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس عمل سے آپ اپنے بچوں کی دلچسپی کو جان سکتے ہیں اور پھر اُس کے بہت سے بہترین سے بہترین طریقے اُن کے سامنے رکھیں، جس سے کسی کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچے، بلکہ سب کو فائدہ ہی فائدہ

ہوں۔ایسا کرنے سے خالقِ کائنات بہت خوش ہوتا ہے اور اُس کے لئے ترقی کے راستوں کو آسان کردیتا ہے۔

یادرہے کہ زندگی کے چیلنجز(یعنی سختیاں)انسان کو پریشان کرنے نہیں آتے بلکہ اُسے آگے آنے والے وقتوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانے آتے ہیں۔تربیت انسان کا وہ گوہر ہے جووالدین کی طرف سے ہر ایک کوملتا ہے جس سے اولاد کبھی ہر دل عزیزبن جاتی ہے اور کبھی معاشرے کے لئے تباہی اور بربادی کا سبب بن جاتی ہے،یہ ہمارے اوپر ہے کہ ہم اپنی اپنی اولاد کیا بننے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔

صرف کچھ خاص لوگوں سے ہی سلام کرنا

از قلم: ادارہ

ہمارے معاشرے میں کچھ ایسا تصور بہت عام ہوتا چلا جا رہا ہے کہ ہم صرف اپنے جاننے والوں کو ہی سلام کرنا پسند کرتے ہیں اور اگر کوئی اِن کو سلام کر بھی دے تو بہت حیرت سے دیکھتے ہیں کہ یہ کون ہے کہ جس نے مجھے سلام کیا۔ ہو سکتا ہے کہ شاید یہ مجھے جانتا ہو میرے پیارے دوستوں ہم سب مسلمان ہیں اور دینِ اسلام سے تعلق رکھتے ہیں ،یاد رہے "اسلام "سلامتی کا مذہب ہے یہ مسلمانوں میں اعلیٰ معیار کے اخلاقی تصور کو پیش کرتا ہے۔ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے کتنی بڑی رحمت ہے۔یہ شان مسلمانوں میں آج اس لئے نظر نہیں آتی کہ ہم اپنے ساتھ نماز پڑھنے والے مسلمان سے تعلق تو دور کی بات ہے اُس کو بھی سلام کرنے کی کوشش نہیں کرتے، کبھی اُس نے اگر ہاتھ ملالیا تو صحیح ہے،ورنہ ہم خود اُس سے ہاتھ ملانے کی کوشش نہیں کرتے یا پھر اِس بات کی وجہ سے رک جاتے ہیں کہ میں اس سے بڑا ہوں،پہلے اس کو سلام کرنا چاہیے۔یا پھر کسی سے کچھ لینا ہو یا پھر وہ کچھ دینے والا ہوں تو ہم بڑے اہتمام سے اُس سے ملاقات کرنے کی خواہش دل میں رکھتے ہیں۔اُس کی خاطر تواضع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔تاکہ اُس کی توجہ اپنی طرف ملحوظ کرا سکیں۔یہ کچھ ایسے خطرناک رویے ہیں جو ہمیں خود غرض بناتے جا رہے ہیں،ہمارے آپس کی عداوت میں نفرتیں پیدا کر رہے ہیں۔اور وہ شخص جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اُس کو تو معاشرے میں کوئی پوچھنے کی بھی کوشش نہیں کرتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شخص میرے ہی پیچھے لگ جائے۔

میرے پیارے دوستوں اسلام نے ہمیں "سلام " جیسی نعمت سے نوازہ ہے۔جس کے ذریعہ ہم ایک دوسرے پر سلامتی بھیج سکتے ہیں،ایک دوسرے کے لئے رحمت و برکت کی دعا کر سکتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہمیں "سلام"کو لوگوں میں عام کرنے کا چاہیے،اس سے بھی بہت سے مسائل ہو جاتے ہیں۔آپس میں لوگ خود بخود ایک دوسرے تعلق قائم کرنے کو اہمیت دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی اس سلامتی کو اپنے معاشرے میں عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔۔آمین

دوسروں کے انحصار کرنا انسانی شخصیت کو مسخ کر دیتا ہے

از قلم:

زندگی میں کام کرنے سے جی چُرانا، آسانیوں کو تلاش کرنا، تکلیف سے بچنے کی کوشش کرنا، آسائش پرست ہونا، آرام کا عادی ہونا، ہمیں دوسروں کی طرف دیکھنے پر مجبور کرتا ہے پھر ایک وقت ایسا بھی آتا کہ ہم دوسروں کا محتاج بن جاتے ہیں۔ایسے شخص کی زندگی معاشرے میں اُس کے لئے اور دوسروں کے لئے بہت مشکل بن جاتی ہے کیونکہ وہ ہر کام میں آسانی طلب کرتا رہتا ہے، جس کی وجہ سے وہ زندگی کے کسی بھی میدان کے لائق نہیں رہتا، اُس میں سے یہ خاصیت ختم ہو جاتی ہے کہ وہ خود سے کوئی کام کر سکے بلکہ وہ اپنا کام کرنے کے لئے بھی دوسروں کا سہارا ڈھونڈ تا ہے، وہ آخری وقت تک انتظار کرتا ہے کہ شاید کوئی میری مدد کرے گا۔شاید کسی کے دل میں میرا خیال آجائے، شاید کوئی میرے بارے میں سوچ لیے، کسی کو مجھ پر رحم آجائے۔زندگی کا اکثر حصہ وہ اسی طرح سوچتے ہوئے گزار دیتے ہیں، کچھ بھی نہیں کر پاتا اور جب کوئی بھی اس کے لئے کچھ بھی نہیں کر پاتا تو وہ لوگوں کو بُرا بھلا کہنا شروع ہو جاتا ہے۔

آج کل ہمارے اس معاشرے میں یہ بیماری بہت عام ہوتی چلی جارہی ہے کہ کچھ لوگ یہ سوچ لیتے ہیں کہ کیا ضرورت ہے کچھ کرنے کی؟۔وہ میرا ماموں یا تایا ملک سے باہر ہیں، انہوں نے کہا تھا کہ میں تمھیں باہر بلا لوں گا، وہ میرے لئے کچھ نہ کچھ کر دیں گے یا پھر میرے وہ چچا بڑے عہدے پر ہیں، وہ میری jobلگوا دیں گے یا پھر وہ فلاں آدمی میرے والد صاحب کے دوسر ہیں، وہ میرے وہ فلاں دوست ہیں، وہ میری سفارش کر دیں گے۔اور جب کہیں سے بھی کوئی جواب نہیں آتا تو مایوس ہو جاتے ہیں اور پھر پوری دنیا کو بُرا بھلا کہنا شروع ہو جاتا ہے اپنے دل میں دوسروں کے لئے نفرتیں پال لیتے ہیں، جس کی وجہ سے زندگی بیکار ہوتی چلی جاتی ہے۔ایسے لوگ اپنی زندگی سے خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی پریشان کرتے رہتے ہیں اسی لئے ایسے لوگوں سے ہر کوئی بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ایسی بہت سی مثالیں ہمارے اس معاشرے میں موجود ہیں، جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ تباہی اور بربادی کی طرف بڑھتا چلا جارہاہے، بیروزگاری پھیل رہی ہے کیونکہ ہم اس قابل ہی نہیں ہیں کہ ہم کچھ کر سکیں۔ہم نے اپنے رب کی دی ہوئی صلاحیتوں کو زنگ لگا دیا۔زندگی میں کسی نہ کسی کے سہارے سے یہ سمجھا کہ شاید یہ پوری زندگی ہمارے ساتھ ہی ہو گا، ہماری مدد ہی کرتا رہے گا لیکن حقیقت ایسی بالکل بھی نہیں ہے ایسا سوچنے اور سمجھنے والے، زندگی کے کچھ لمحے بہتر گزار تو لیں گے لیکن پوری زندگی مایوسی، اور بے یقینی سے

گزارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں آخر کار انہیں اپنی زندگی سے کچھ نہ کچھ حاصل ہوتا ہے اور نہ وہ کسی کو کچھ دے پاتے ہیں۔

اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں کو برباد کرنا، اللہ کی دی ہوئی زندگی کو برباد کرنے کے مترادف ہے اس کا نتیجہ محتاجی ہی کی صورت میں سامنے آتا ہے حالانکہ اللہ رب العزت نے ہر انسان میں بڑے کمالات رکھیں ہیں جن سے وہ اپنی اور دوسروں کی زندگی بہتر بنا سکتا ہے، صرف اپنے زندگی میں کچھ نہ کچھ کرتے رہنا ہی، موقع ملنے پر دوسروں کے کام آنا ہی ہماری زندگی کو بہترین سے بہترین بنا سکتا ہے۔اور یہ حقیقت ہے کہ جب انسان کچھ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اُس کے کاموں میں آسانیاں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔اور وہ آسانیاں صرف اُس کی اپنی ذات تک ہی نہیں بلکہ دوسروں تک بھی پہنچتی ہیں۔

وہ عظیم خالق ہمیں بہت ساری صلاحیتیں دے کر یہ چاہتا ہے کہ ہم اُس کو اپنے استعمال میں لانے کی بھرپور کوشش کریں اور خود اپنے سارے کام سرانجام دے کر دوسروں کی بھی کام کرنے کی جستجو کریں۔ جس شخص نے بھی ایسا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے کاموں میں آسانیاں پیدا کر کے اُس کی صلاحیتوں میں کمال پیدا کر دیتا ہے۔ پھر وہ خوشی سے اپنے کام کو بخوبی سرانجام دیتا رہتا ہے۔ ایسا شخص خود بھی فائدے میں رکھتا ہے اور دوسروں کو بھی فائدہ دینے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہتا ہے ایسے لوگ معاشرے کے بہت کامیاب لوگ بن جاتے ہیں۔ کبھی اگر کسی وجہ سے ان لوگوں کی راہ میں تکلیف آ بھی جائیں تو اُن کو وہ تکلیفیں تکلیف نہیں لگتیں اور نہ ہی وہ اُن سے پریشان ہوتے ہیں، بلکہ صبر و استقامت سے اُس کا سامنا کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں بھرپور شکر ادا کریں، اپنی زندگی میں خود اپنی محنت سے راحت و آسانی حاصل کریں۔ایسی زندگی کا ایک الگ ہی مزاح اور لطف ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ ایسی زندگی معاشرے کے ہر ایک فرد کو عطا فرمائے۔آمین۔

بُرا سوچنے کا نقصان

از قلم: ادارہ

ہمارے اس معاشرے میں ہم کسی کے بھی بارے میں کچھ جانے بغیر غلط گمان کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے ہم اپنے رویوں سے اُس کو بہت نقصان پہنچاتے رہتے ہیں، اور ہمیں پتہ بھی نہیں ہوتا۔ دوسروں کے بارے میں بُرا سوچنا ہمیں بہت سے اچھے کام کرنے سے بھی روک دیتا ہے۔

انسان کی سوچ میں یہ کمال ہے کہ بُرائی کو اچھائی اور اچھائی کو بُرائی سے بدل دیتی ہے۔ یہ بآسانی کسی بُرے آدمی کو اچھا بنا سکتی ہے اور کسی بھی اچھے آدمی کے بارے میں بُرا تصور پیش کر سکتی ہے۔

اب ایک آدمی شراب کے اڈے کی طرف جارہا ہے آپ نے دل میں خیال کیا کہ یہ دیکھوں ہمارے سامنے کتنا اچھا بنتا ہے اور جب کوئی بھی نہیں ہے تو شراب خانے جارہا ہے۔ وہ شراب خانے کے پاس سے ہوتا ہوا عبادت گاہ کی طرف چلا گیا۔ اب آپ کا رویہ دوسرے دن اُس کے ساتھ کتنا غلط ہو گا کہ "اچھا ہمارے سامنے بڑا نیک بنتا ہے اور کل شام کے وقت کہا جارہے تھے۔ حالانکہ آپ نے صرف اُس کو دیکھ کر یہ اندازہ کر لیا تھا کہ یہ شراب خانے جارہا ہے، اُس کو وہاں اندر جاتے ہوئے نہیں دیکھا تو پھر کیا ہوا آپ اس بدگمانی کی وجہ سے کتنے گناہوں کا شکار ہو گئے۔ آپ کو پتا بھی نہیں چل سکا۔ تو سوچ کا ہمارے گناہوں اور نیکیوں میں اضافے کا بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ اور اکثر سوچیں ہماری آس پاس کی غلط معلومات کی وجہ سے کسی کے بھی بارے میں غلط خیال کر لیتی ہیں۔ ہمارے اس معاشرے میں، ہماری خرابی کی سب بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہم کوئی بھی بات سُن کر آگے بڑھا دیتے ہیں، اُس کی تصدیق بھی نہیں کرتے۔

اللہ رب العزت ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے اس معاشرے کو بدگمانی کے غلط فعل سے محفوظ رکھنے میں اپنا اپنا کردار ادا کر سکیں۔ آمین
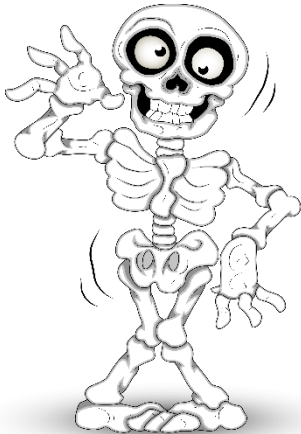
اچھاسوچنے کے فوائد

از قلم: ادارہ

خالق کائنات نے اس نظامِ دنیا کو ہمارے لئے اس طرح ترتیب دیا ہے کہ ہم جب بھی کسی کے لئے اچھاسوچتے ہیں ،اچھاگمان کرتے ہیں تو ہمیں قدرت کی طرف سے کوئی نہ کوئی اُس کا فائدہ ضرور پہنچتاہے،بظاہر ایسالگتاہے کہ کوئی فائدہ نہیں ہورہابلکہ اُلٹا نقصان ہی ہورہاہے لیکن حقیقت میں اُس کے لئے بہت سے فوائد پیدا ہورہے ہوتے ہیں،جو کبھی نہ کبھی ، کہیں نہ کہیں اُس کے سامنے ضرور آتے ہیں ،صبر اور استقامت کے ساتھ اچھاسوچنا،اچھاکرنے کی کوشش کرنا،رضائے الٰہی کے مطابق کام کروالیتاہے۔اور اُس کے کام مین بہت سااثر نظر آناشروع ہوجاتاہے۔ایسا بھی دیکھا گیاہے کہ وہ کام اتنافائدہ مند ہوگیا کہ اُس سے بہت سی قومیں اور بہت سی نسلیں فائدہ اُٹھاتی رہی ہیں۔جب بھی اُس کام کے فوائد میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔انسان کا فائدہ اور نقصان صرف اور صرف اس کے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے۔وہ اگر اس بات کو سمجھ لے توفائدے کی کثرت سے کبھی بھی محروم نہیں رہتا۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان چھوٹی چھوٹی باریکیوں سے آگاہ رہنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین

صحت انسان کے اختیار میں

از قلم: ادارہ

کھجور کے فوائد:

کھجور کے بے شمار فوائد ہیں۔

Dr Syed Ibrahim stated:
Experiments have also shown that dates contain some stimulants that strengthen the muscles of the uterus in the last months of pregnancy.
(Article : Alcohol and Islam, Website: http://WWW.IRFI.ORG)

تجربات سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ کھجور میں کچھ محرکات ہوتے ہیں جو حمل کے آخری مہینوں میں رحم کے پٹھوں کو مضبوط بناتے ہیں۔

صحت کے لئے ضروری ہدایات:

جان لیجئے کہ بوقت ضرورت غذا لینا یہ دائمی صحت کا بڑا سبب ہے اور غذا کی ضرورت کی علامت سونگھنے والی حس کا بڑھ جانا اور منہ میں کا کم ہو جاتا اور طلب بڑھ جانا ہے۔ پس ایسے وقت غذا کا استعمال ضروری ہوتا ہے اور بیماریوں سے دفاع کا ذریعہ اور مزاج کو اعتدال پر رکھنے کا سبب بنتا ہے لیکن اس ساتھ ہی بغیر ضرورت کے غذا لینا کند ذہنی کو جنم دیتا ہے اور بیماریاں پیدا ہونے کا سب سے بڑا سبب ہے۔

کتاب کا حصہ

اصلاح کی کوشش

از قلم: علامہ غلام رسول سعیدی
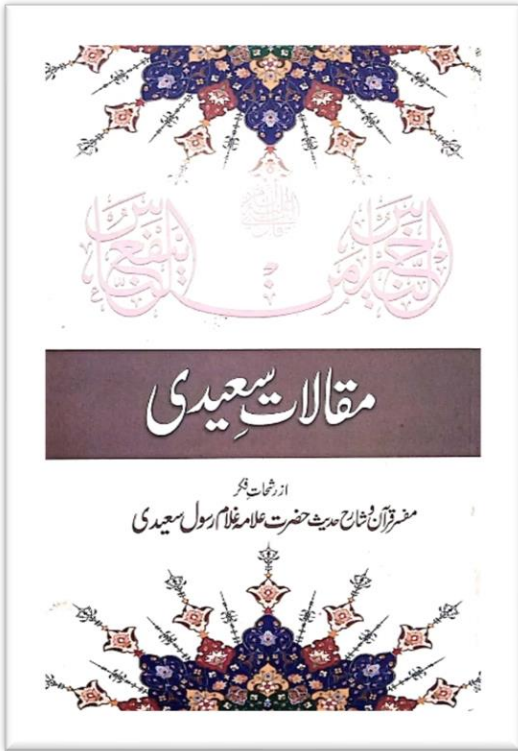
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلسل حالات کی اصلاح کی کوشش کرتے رہتے تھے۔حضرت طلحہ نے مشورہ دیا کہ ملک کے مختلف حصوں میں حالات کی تحقیق کے لئے وفود روانہ کئے جائیں،چنانچہ 25ھ میں محمد بن مسلمہ کوفہ،اسامہ بن زید بصرہ،عمار بن یاسر مصر،عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم شام اور بعض اور دیگر صوبہ جات کی طرف روانہ ہوگئے۔نیز تمام ملک میں گشتی اعلان جاری کر دیا گیا کہ میں عموماً حج کے موقع پر تمام حکام کو جمع کرتا ہوں اور جس حاکم کے خلاف کوئی شکایت پیش کی جاتی ہے۔فوراً تحقیق کر کے اس کا ازالہ کر دیتا ہوں۔اس کے باوجود اگر کسی شخص کو کسی حاکم کے خلاف شکایت ہو تو مجھ سے بیان کرے۔میں تحقیق کر کے مظلوم کا حق اسے دلاؤں گا۔(مقالات سعیدی،علامہ غلام رسول سعیدی،ص:211،ناشر:ضیاء القرآن پبلی کیشنز،کراچی،پاکستان،2014)

نوٹ:ابن خلدون اور طبری نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان نے تحقیق کے لئے جس قدر صحابہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سوا سب واپس آگئے۔مصر عبد اللہ بن سباء،خالد بن ملجم اور کنانہ بن بشر وغیرہ شر پسند موجود تھے اور ان لوگوں نے عمار بن یاسر کو واپس آنے نہیں دیا،حتیٰ کہ یہ گمان کر لیا گیا کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔(ابو جعفر محمد بن جریر طبری،تاریخ الطبری،ج:3،ص:99)

پیغام۔اسلام کا تصور معاش

از قلم: ادارہ

کتاب "کریڈٹ کارڈ "(تاریخ، تعارف، شرعی حیثیت) کا مطالعہ کرتے ہوئے اس اہم بات کو نوٹ کیا اس کتاب میں "مولانا ابو الحسن شاہ منظور ہمدانی مدظلہ لعالیٰ "نے اس کتاب کے شروع میں لکھا ہے کہ
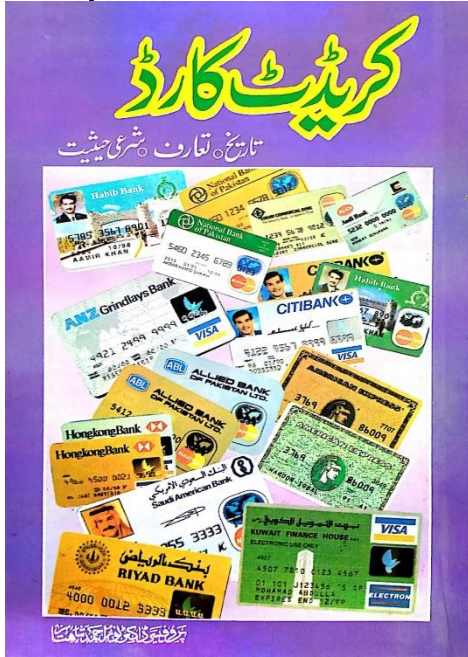
اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس کا اپنا ایک معاشی نظام ہے جس کی روح ارتکازِ دولت کا خاتمہ اور دولت کی منصفانہ تقسیم کی حوصلہ افزائی ہے۔اسلام وسائل کی تقسیم عدل کے تقاضوں کے مطابق کرتا ہے اور جہاں کہیں تقسیم وسائل میں عدم اعتدال وناانصافی کی کیفیت پائی جائے اس کی حوصلہ شکنی اور پھر بیخ کنی کا درس دیتا ہے۔اسلام نے حصولِ زر کے ایسے تمام ذرائع کی مخالفت کی ہے جس سے کسی ایک فریق کو نقصان پہنچا ہو اور دوسرا فریق کسی کا استحصال کرکے امیر سے امیر تر بننے کی جستجو میں ہو،یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جوئے، سٹے اور سودی کاروبار کی ممانعت کی ہے اور بیع کی ایسی تمام صورتوں کو دھوکہ دہی کے زمرے میں شمار کیا ہے۔جن سے ون پارٹی لاس (One Party Loss) کا پہلو نکلتا ہو۔(کتاب: کریڈٹ کارڈ، پروفیسر ڈاکٹر نوراحمد شاہتاز، ص:3، مطبوعہ: دارالعلوم قمرالاسلام سلیمانیہ پنجاب کالونی کراچی، پاکستان، 1998ء)

Hadhrat Umar ﷛

“I shall never eat this butter until all the people are able to eat to their fill”

The wife of Hadhrat Umar Once bought some butter for 60 Dirhams. When he asked her about it, she said that she had used her personal money and none of his. However, He said , “I shall never eat this butter until all the people are able to eat to their fill”

(Manaaqib Ameerul Mu’mineen by Ibn Jowzi pg.81.)

"میں یہ مکھن کبھی نہیں کھاؤں گا جب تک کہ تمام لوگ پیٹ بھر کر کھانے کے قابل نہ ہو جائیں"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ایک بار ساٹھ درہم میں مکھن خریدا۔

جب اس نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ اس نے اپنا ذاتی پیسہ استعمال کیا ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

تاہم، اُس نے کہا، "میں یہ مکھن کبھی نہیں کھاؤں گا جب تک کہ تمام لوگ پیٹ بھر کر کھانے کے قابل نہ ہوں۔

Read & Understand Contents of Book

The Book Name is “Universality of Islamic Science”
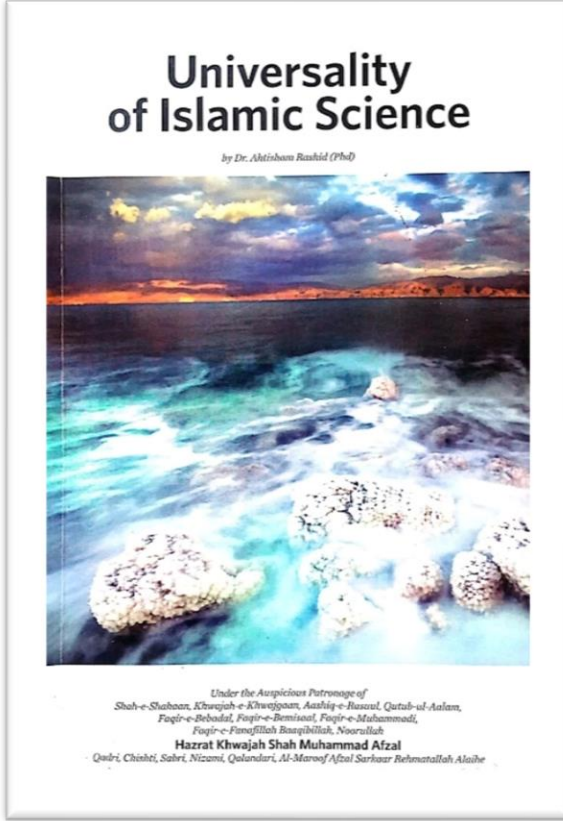
Compiled and Presented
By
“Halqa-e-Chishtia-Sabria-Arfia-Nooria”
Date of Publication
Jamadi-ys-Sani 1431
Hijra,June 2010

Contents

Last Chapter

The Way Ahead

Islam came to the world at its darkest time when humanity was suffocating under oppression and ignorance.

اسلام اس وقت دنیا میں آیا جب انسانیت ظلم اور جہالت میں گھٹ رہی تھی۔

through its unique message a bond of brotherhood was established across geographical boundaries

اپنے منفرد پیغام کے ذریعہ جغرافیائی حدود میں بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا۔

فلسفہ اسلام

علم و عرفان باعثِ تاب دماغ
علم و عرفان زندگانی کا چراغ

جو خبر میری نظر سے دور تر
حکمت و دانائی میں اس کا سراغ

آب و گل میں ہو توانائیِ فکر
دشت پر تعبیر ہو سکتا ہے باغ

وہ ہے آگاہ مقام جاوداں
جس کو منزل پر نہیں ملتا فراغ

دل سے ہو لبریز پیمانہ عقل
عقل سے بھرتا نہیں دل کا ایاغ

کلام: کامران اعظم سوہدردی

آپ سے ایک التجا ہے

آپ کا علم ، تحقیق، فکر، سوچ اور رائے ہمارے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے، اس مجلہ کے متعلق کوئی بھی نظریہ ہو یا ہماری کسی قسم کی بھی اصلاح کا کوئی پہلو ہو تو ہماری ضرور رہنمائی کریں، ہم آپ کے مشکور ہیں گے۔

اللہ رب العزت آپ پر اپنا خاص کرم فرمائے۔ آمین

الجامعة المخدومية الاسلامية

علمِ دین سیکھنے کا بہترین موقع بہترین انداز میں پیش کیا جارہا ہے۔
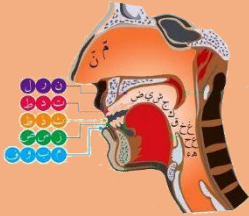
Requirements

Laptop/Tab/Ipad

Internet Connection

Microfone

Skype Account

قرآن سیکھیں مفصل تجوید کے ساتھ

اسلام کی بنیادی معلومات کے لیے مختصر کورس

+923342986859